Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Promise of the Holy Land in the Light of the Qur'an, Hadith, and the Bible

وعدۂ ارضِ مقدس قرآن وحدیث اور بائبل کی روشنی میں

Laiba Khan
BS Islamic Studies, GPGC for Women, Haripur
Mehwish Arshad
BS Islamic Studies, GPGC for Women, Haripur
Safa Noor
BS Islamic Studies, GPGC for Women, Haripur
Robeela Bibi
Lecturer of Islamic Studies, Department of Islamic Studies, GPGC for Women, Haripur

Abstract
The Promised Holy Land refers to the land which Allah promised to the Children of Israel and which is present today in the form of Israel and Palestine. This land is regarded as the center of divine religions and sacred places. According to Islam, Christianity, and Judaism, Jerusalem is the center of this region and is considered among the holiest cities. In this land, the prophets Ibrahim (Abraham), Musa (Moses), Dawud (David), and Isa (Jesus), peace be upon them, came and conveyed the call of truth. This land has historical, religious, cultural, and political significance. It has remained a center of civilizations for thousands of years and is still regarded as an important point in world politics today. In the Qur'an and the Bible, the virtues of this land and various incidents related to it have been described in different ways. It is also believed that this land was made a center of worship and guidance for the blessed people. Over time, it remained a center of various civilizations, but even today its religious significance remains established. The present-day state of Israel, in accordance with that promise of God, has for several years strengthened its military power and administrative system in order to obtain its land, due to which wars have taken place in which both sides have suffered great losses. Because of this, issues concerning humanity and religion have become a serious problem for the whole world, and despite various international laws and efforts by organizations, a peaceful and independent solution has not yet been possible.

Keywords: *The Holy Land, The Holy Qur'an, The Prophetic Hadith (ﷺ), The Bible, Jerusalem (Bayt al-Maqdis), Al-Aqsa Mosque, The Children of Israel, The Divine Promise, The Promised Land*

تعارف

ارضِ مقدس سے مراد وہ مبارک سرزمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت، دعوت اور عبادت کے لیے منتخب فرمایا۔ ارضِ مقدس اُس خطے کو کہا جاتا ہے جو موجودہ اسرائیل، فلسطین شام بحیرہ روم کے مشرقی سواحل، اور کوہ لبنان کے دامن میں پھیلا ہوا ہے[1]۔ یہ خطہ اسلام، عیسائیت اور یہودیت تینوں مذاہب کے نزدیک مقدس حیثیت رکھتا ہے۔ یروشلم اس خطے کا مرکزی اور مقدس ترین شہر سمجھا جاتا ہے[2]۔ ارضِ مقدس کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے، جس میں مختلف اقوام اور سلطنتوں نے حکومت کی۔ یہ سرزمین نہ صرف تاریخی لحاظ سے اہم ہے بلکہ مذہبی اور سیاسی اعتبار سے بھی دنیا کے حساس ترین علاقوں میں شمار ہوتی ہے۔ آج بھی یہ خطہ عالمی سیاست کا مرکز بنا ہوا ہے ارض مقدس وعدہ

شدہ سرزمین کا تصور بنیادی طور پر حضرت ابراہیمؑ سے منسوب ہے۔ قرآنِ مجید میں ارضِ مقدس کا ذکر مختلف مقامات پر آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

" يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ[3]

"اے میری قوم! داخل ہو جاؤ اس پاک زمین میں جسے لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے اور نہ پیچھے ہٹو پیٹھ پھیرتے ہوئے ورنہ تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے"

اس سے مراد ہے فلسطین کی سرزمین جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام ک امسکن رہ چکی تھی۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکل آئے تو اسی سرزمین کو اللہ نے ان کے لیے نامزد فرمایا اور حکم دیا کہ جاکر اسے فتح کرو۔[4]

شہر فلسطین پر کافر قوم آباد ہو چکی تھی، اسرائیلیوں کی تعداد تورات کی روایت کے مطابق لاکھوں میں تھی، مگر فلسطین میں بغیر مزاحمت کے نہیں بس سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی کافر قوم کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ کا حکم فرمایا، لیکن اسرائیلیوں نے یہ حکم ماننے سے انکار کردیا، چنانچہ سزا کے طور پر چالیس سال تک ان پر ارضِ مقدس حرام کر دی گئی [5]۔ی ہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسی صحرائے سینا میں وصال ہو گیا۔[6]

نیز اگر حقِ ملکیت فرض کر بھی لیا جائے تو یہود کے لیے ارضِ مقدس کا استحقاق ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ مشروط تھا۔ قرآنی بیان کے مطابق یہ شرط زبور میں بیان کی گئی تھی

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ"[7]

"اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے"

زبور میں راست باز لوگوں کے لیے زمین کی دائمی وراثت کا ذکر ہے۔ مودودیؒ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن کسی نسل یا قوم کو ابدی حقِ ملکیت نہیں دیتا بلکہ زمین کی وراثت کا معیار ایمان، تقویٰ اور عملِ صالح قرار دیتا ہے۔[8]

یروشلم کی سب سے بڑی مسجد

مسجد اقصیٰ کی بنیاد مکہ مکرمہ کی بنیاد ڈالنے کے چالیس سال بعد حضرت آدم علیہ السلام یا ان کی اولاد میں سے کسی نے ڈالی۔ پھر اس کی تعمیر حضرت سیدنا سام بن نوحؑ نے کی۔ عرصہ دراز کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس مقام پر رکھی جہاں حضرت موسیٰؑ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورے ہونے سے قبل حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آگیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ نانچہ حضرت سلیمان ؑ نے جنوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔[9]

یہ زمین اس لیے مقدس سمجھی جاتی ہے کیوں کہ اسلام میں یہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ جو مسلمانوں کا تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ اور واقعہ معراج سے منسوب ہے بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، ہجرت کے بعد 16 سے 17 ماہ تک نبی کریم ﷺ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی جانب رخ کر کے ہی نماز ادا کرتے تھے پھر تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگیا۔ مسجد اقصیٰ مشرقی یروشلم میں واقع ہے جس پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے ۔[10]

بائبل میں بھی یروشلم کا ذکر ملتا ہے لیکن اس وقت یروشلم کو "یبوس" بھی کہا جاتا تھا۔

ارضِ مقدس کی تاریخ

اس خطے کی تاریخ چار حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جن میں پہلا قبل مسیح کا دور ہے جب پہلی مرتبہ اس علاقے میں یہودیوں کی ریاست قائم ہوئی ۔دوسرا دور پہلی صدی عیسوی سے ساتویں صدی عیسوی تک ہے اس دور میں رومی عیسائی حکمران تھے تیسرا دور وہ ہے جب یروشلم پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی اس میں عثمانی سلطنت کا بھی دور آتا ہے۔اس پر 13 صدیوں تک حکومت کی گئی ۔چوتھا دور وہ ہے جب یہ علاقہ انگریزوں کے قبضے میں آیا۔اور 1948 عیسوی میں پہلی مرتبہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس کو اسرائیل کا نام دیا گیا۔[11]

پہلا دور

حضرت ابراہیمؑ کا سفر

حضرت ابراہیم ؑ 1800ق۔م میں چالدی(موجدہ عراق)کے شہر "ار"سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائے تھے۔[12]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے وطن سے ہجرت کی اور جملہ متعلقین اہل و عیال اور بھیڑ بکریوں کو ساتھ لے کر مغرب کی طرف چل پڑے تو چند ہی روز کے بعد ایک مقدس اور عظیم زمین میں جا بسے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جنہوں نے اس وادی میں ٹھہرنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے جہاں سے وادی کا کونا کونا نمایاں نظر آتا تھا اور یہیں کھڑے کھڑے حضرت ابراہیم ؑنے وادی کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ بس اتنی ہی بے تکلفانہ تقسیم کے بعد دونوں پیغمبر اپنے اپنے قطعی زمین میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے۔[13]

"خداوند نے ابراہیم سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤں گا"۔[14]

"سو ابراہیم خداوند کے کہنے کے مطابق چل پڑا اور لوط اس کے ساتھ گیااور ابراہیم 75 برس کا تھا جب وہ حران سے روانہ ہوا"۔[15]

"اور ابراہیم نے اپنی بیوی سارَی ، بھتیجے لوط کو اور سب کو جوانہوں نے جمع کیا تھا ان آدمیوں کو جو ان کو حران میں مل گئے تھے ساتھ لیا اور وہ ملک کنعان کو روانہ ہوئے اور ملک کنعان میں آئے اور ابراہیم اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلو ط تک پہنچا اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے[16]"

بنی اسرائیل کا مقدس سرزمین کو حاصل کرنا

بڑی محنت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو قبطیوں کی غلامی سے چھڑا لیا اور شکستہ حال قافلے کے سپہ سالار بن کر مشرق کی طرف چل پڑے ۔خدا نے اس زمین میں پہنچنے کا وعدہ کیا جہاں ابراہیم ؑنے پہلا عبادت کدہ بنایا تھا اس سرزمین کو اس عہد میں" ارض اریحا "کہا جاتا تھا جن پر کنعانیوں کا قبضہ تھا اور حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل اس مقدس سرزمین میں داخل ہوئے۔[17]

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یشوع بن نونؑ بنی اسرائیل کے قائد

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل حضرت یشوع بن نونؑ کی قیادت میں دریائے اردن عبور کر کے اس مقدس سرزمین میں داخل ہوئے قوم عاد اور کنعانی جو قریب بلکہ اسی زمین میں آباد و حکمران تھے ان سے لڑائیاں ہونے لگیں۔ آخر کار بنی اسرائیل کی ایک چھوٹی سی مگر مضبوط اور باضابطہ سلطنت شام کے اس چھوٹے سے ٹکڑے پر قائم ہوگئی۔ حضرت یشوع بن نونؑ کی قیادت میں کنعانیوں کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور اسی میدان میں فتح اور نصرت کے جھنڈے لہرا کر بنی اسرائیل ارض یہودا اور خاص زمین موعودہ پر حکمران و متصرف ہوگئے۔[18]

فلسطینیوں کا قبضہ

فتح کے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل بھٹک گئے تھے اور بت پرستی اور کئی قسم کے برے کاموں میں ملوث تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر ایک اور قوم ان کے مقابل کھڑی کر دی یہ لوگ "فلسطینی" کہلاتے تھے ۔ جسکی نسبت سے اسی جگہ کو "فلسطین" کہا جاتا ہے۔[19]

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی بادشاہت کے ساتویں سال یروشلم (بیت المقدس) کو فتح کیا۔اس کے بعد کئی عرصہ تک بنی اسرائیل کو متحد کیا اور ارض مقدس پر ایک مستحکم ریاست کی بنیاد رکھی۔[20]

اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت سلیمانؑ ارض مقدس پر حکمران بنے اور وہاں کی حکومت سنبھالی جس دوران ہیکل سلمانی کی تعمیر بھی کی گئی۔

یہودیوں کی حکومت

تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں تقریبا پانچ سو سال بعد یہودیوں نے ایک طویل عرصے تک یروشلم ،اس کے ہیکل اور کئی دیگر مقدس مقامات کی بربادی اور بے حرمتی کا دکھ سہنے کے بعد ایک مرتبہ پھر ان مقدس مقامات کو تعمیر کر کے اس شہر میں یہودی مذہب کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا شروع کی ۔یہی وہ دور ہے جب حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور یہود ان کی مخالفت میں اتر آئے ۔یہاں سے فلسطین کی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں روم کے بادشاہ عیسائی مذہب اختیار کر لیتے ہیں اور ایک مرتبہ پھر یہودیوں کو شہر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے۔[21]

فلسطین کی تاریخ کا دوسرا دور

یونانیوں نے اس علاقے پر اپنا قبضہ کر لیا اور دوسری صدی عیسوی میں یہ علاقہ رومن سلطنت کا حصہ بن گیا۔

ساتویں صدی عیسوی تک یہ علاقہ بازنطینی حکمرانوں کے ماتحت رہا مغربی روم کی تباہی 1453 عیسوی میں سلطنت عثمانیہ کے ہاتھوں ہوئی قرآن پاک میں سورہ روم میں رومیوں اور مجوسیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے

"غُلِبَتِ الرُّومُ "[22]

"رومی مغلوب ہو گئے"

"فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ"[23]

"قریب کی زمین میں، اور وہ (رومی) اپنی اس مغلوبیت کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے"

"فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ"[24]

"چند ہی سال میں۔پہلے اور پیچھے اللہ ہی کا اختیار ہے، اور اس دن مومن خوش ہوں گے"

تیسرا دور

یرموک کی لڑائی بھی تاریخ میں ایک اہم لڑائی کے طور پر جانی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد کئی جنگیں ہوئیں پھر وہ دن آیا جب مسلمان فوج نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا اور شہر میں موجود عیسائی مسلمانوں کی فوجی طاقت دیکھ کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔عہدے فاروقی میں خالد بن ولیدؓ اور ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو اہم ترین جرنیل تھے اور انہی کے ہی ہاتھوں بیت المقدس بھی فتح ہوا۔مسلمان دسویں صدی عیسوی تک فلسطین پر حکمران رہے اس دوران کئی مسلمان خاندانوں نے حکومت کی۔[25]

صلیبی جنگ

1099 ءمیں پہلی صلیبی جنگ کے نتیجے میں یروشلم کا محاصرہ کر لیا گیا اور اس کی فتح کے بعد تقریبا 60 ہزار یہودیوں اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا صلیبی جنگوں کا سلسلہ تقریبا 90 سال تک جاری رہا۔[26]

اسرائیلی مملکت کا نقشہ

یہودیوں نے ہمیشہ ایک مقصد اپنے سامنے رکھا اور وہ اسرائیلی مملکت کا قیام تھا موجودہ اسرائیلی مملکت تو اس کا ایک سرا ہے جس کی حد بندی تورات میں دجلہ سے نیل تک کی گئی ہے دونشیلڈ کے ذخیرے میں ایک نقشہ پایا گیا ہے جس پر اسرائیلی مملکت لکھا ہوا تھا اور اس نقشے میں فلسطین ،اردن،شام لبنان، عراق کا وسط جنوبی ح صہ صحرائے سین ا، نیل کا ڈلٹا، مدینہ منورہ اور اس سے شمال میں بنو قری ظ ،بنو نضیر اور خیبر کے علاقے شامل تھے۔[27]

ص یہونی مملکت کی بنیاد

ہر تزل نے اگست 1897 عیسوی میں سویٹزر لینڈ میں یہودیوں کی ایک عالمی کانفرنس بلائی اور اس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے اس نے کہا ہم یہاں اس گھر کی تعمیر کے سلسلے میں اثاثی پتھر رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جو عنقریب یہودی امت کے لیے پناہ گاہ ثابت ہو گا۔

اس کانفرنس کے اختتام پر ہر تزل نے اپنی ڈائری میں یہ نوٹ لکھا اگر "بال "کانفرنس کے مقصد کو میں ایک لفظ میں بیان کروں تو میں کہوں گا" کہ بال میں ص یہونی مملکت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور 50 سالوں بعد اس یہودی مملکت کو پوری دنیا اپنی انکھوں سے دیکھے گی۔"[28]

تھیوڈور ہر تزل

تھیوڈور ہر تزل 2 مئی 1860 ءعیسوی کو ہنگری کے دار سلطنت بوداسبت (بڈاپسٹ) میں پیدا ہوا اس کے ماں باپ دونوں یہودی تھے۔اس کی پرورش میں دو چیزوں کا اہم دخل تھا پہلے چیز یہ کہ وہ یہودی عقائد اور رسومات کا سختی سے پابند تھا اور دوسری یہ کہ وہ موجودہ جرمنی تہذیب سے بھی متاثر تھا۔[29]

یہودی مملکت

ڈاکٹر تھیوڈور ہر تزل کی کوشش کافی اہم تھی اس نے 1894ء میں اپنی کتاب "یہودی مملکت" کے عنوان سے شائع کر کے ص یہونی تحریک کو ایک سیاسی تحریک کا رنگ دے دیا۔دراصل یہ کتاب ایک مراسلہ تھا جو اس نے سب سے بڑے یہودی سرمایہ دار ڈمنڈ اور تشیلڈ کو مخاطب کر کے لکھا تھا اور اس سے یہودی قوم کو نجات دلانے کی درخواست کی تھی یہ کتاب یہودیوں کے خواب کی تکمیل میں سنگ میل تصور کی جاتی ہے

چوتھا دور

فلسطین کے آخری مسلمان حکمران عثمانی تھے جنہوں نے 1517ء سے 1917 ء یعنی 400سال تک یہاں حکومت کی۔ جنگ عظیم اول کے بعد 1917 عیسوی میں انگریزوں نے اسے فتح کیا اور اس طرح یہ علاقہ برطانیہ کا حصہ بن گیا۔[30]

ارض مقدس قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو کہ سابقہ امتوں کے واقعات،ان پر کیےگئےوعدوں اور ان سے متعلقہ شرائط کو واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ارض مقدس کا وعدہ بھی نہایت اہم مقام رکھتاہے اور اسی بنا پر قرآن مجید میں بھی اس سر زمین کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے اور اس سر زمین(ارض مقدس) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے انبیاء کرام کا تعلق اس سر زمین سے رہا،جن میں حضرت ابراہیمؑ،حضرت اسحاقؑ،حضرت یعقوبؑ ،حضرت یوسفؑ،حضرت عیسیٰؑ،حضرت موسیٰ ؑاور حضرت سلیمانؑ شامل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ارض مقدس صرف تاریخی نہیں بلکہ دینی اور روحانی اعتبار سے بھی اہمیت رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں ارض مقدس کا ذکر واضح انداز میں موجود ہے۔

انبیاء کا مسکن (بابرکت زمین):

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا لِلْعَالَمِيْنَ[31]

"اور ہم انہیں اور لوط ؑکو بچاکر اس زمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیاجہان کے لوگوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں"

آیت سے ہی واضح ہے کہ ارض مقدس کی عظمت کا سبب وہاں انبیاء کی بعثت اور وحی الٰہی کا نزول ہے۔اسی لحاظ سے اس خطے کو بابرکت قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں سے بچا کر شام کے مقدس ملک (ارض مقدس) کی طرف ہجرت کا حکم دیا کیونکہ شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ ہے،یہ (شام) ہی محشر کی سر زمین ہے اور یہیں حضرت عیسیٰؑ اتریں گے۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا اانعام:

اسی طرح سورۃ الاعراف میں بنی اسرائیل کو بابرکت سر زمین (ارض مقدس)بطور انعام دی اور اس سر زمین میں داخل ہونے کا حکم بھی دیا گیا۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا[32]

" اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھاہم نے انہیں اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں"

یعنی اس زمین کا ذکر ہے جس (زمین) سے مراد شام کا علاقہ فلسطین ہے،جس پر بہت عرصہ تک عمالقہ کا قبضہ رہا مگر پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا تھا،چونکہ بنی اسرائیل کی قوم دنیا میں کمزور سمجھی جاتی تھی،اور جو کہ غلامی میں زندگی گزار رہے تھے ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد اس سر زمین (ارض مقدس) کو کر دیا اور انہیں زمین کا وارث بنا دیا۔

بنی اسرائیل کی گمراہی:

پھر حضرت یعقوب ؑکے زمانے کے بعد بنی اسرائیل کی چالیس سال کی گمراہی کا ذکر سورۃ المائدہ میں ملتا ہے۔

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ[33]

"اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو ورنہ نامراد ہو جاؤ گے"

بیت المقدس بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ (دادا) حضرت یعقوبؑ کے زمانے میں انہیں کے قبضے میں تھا لیکن ان کے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر ہجرت کرنے کے بعد عمالقہ قوم اس زمین پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی، قوم عمالقہ نہایت مضبوط اور جنگجو تھے لیکن موسیٰ ؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ان (عمالقہ) سے جہاد کرو، اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمھیں ان پر غلبہ دے گا کیونکہ یہ مقدس سر زمین اللہ نے تمھارے واسطے لکھ دی ہے مگر اس خوشخبری کے باوجود بھی وہ عمالقہ سے لڑنے پر تیار نہ ہوئے، جس کی سزا میں وہ چالیس سال تک اس سر زمین سے نامراد ہو گے اور ان کو وادی تیہ میں خانہ بدوشی میں رہنا پڑا۔

بنی اسرائیل کی سر کشی:

اور اس کے بعد بنی اسرائیل کی سر کشی کا ذکر آتا ہے جس کی خبر سے اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سر کشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے۔ جیسا کہ آیت میں "قضینا" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہی پہلے سے آگاہ کرنے یا خبر دے دینے کے ہیں یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے ہی سے بنی اسرائیل کے فساد اور سر کشی سے آگاہ کر دیا تھا کہ یہ قوم زمین پر دو بار فساد مچائیں گی اور ہر بار انکی سر کشی کے بدلے انہیں سزا دی جائیں گی اور بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فِى الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا[34]

"اور ہم نے کتاب سے فیصلہ کر کے بنی اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ اس زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کا مظاہرہ کرو گے"

بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں رہنے کا حکم:

اس کے بعد فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل ور بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں رہنے اور آخرت میں جمع ہونے کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت میں ملتا ہے۔

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا[35]

"اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین میں بسو پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے"

وہ سر زمین جس سے فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو نکالنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ارض مقدس میں آباد رہیں اور یہ ان کے لیئے نعمت اور آزمائش دونوں تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور فساد برپا نہ کریں اور جب قیامت کا وعدہ پورا ہو گا تو آخرت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں، بنی اسرائیل اور ان کے دشمنوں سمیت اکٹھا کر کے ایک ہی جگہ جمع کر دے گا اور پھر ان سے ان کا حساب لیا جائے گا۔

قرآنِ مجید کی روشنی میں ارضِ مقدس کی اصل اہمیت اس کے جغرافیائی محلِ وقوع میں نہیں بلکہ اس حقیقت میں ہے کہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین، وحیِ الٰہی کا مرکز اور مسجدِ اقصیٰ کی وجہ سے ایک بابرکت خطہ ہے۔ قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر دائمی حق کسی خاص نسل کو نہیں، بلکہ ایمان، تقویٰ اور عملِ صالح رکھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ارض مقدس احادیث کی روشنی میں:

قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی میں بھی ارض مقدس خصوصا مسجد اقصی کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ارض مقدس کی اہمیت اور فضیلت کو حدیث کی رو بیان کیا گیا ہے۔

بیت المقدس کی اہمیت اور فضیلت:

عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ:" أَرْضُ الْمَحْشَرِ وَالْمَنْشَرِ، ائْتُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاةً فِيهِ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ[36]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ خاتون میمونہ بنت سعد ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا اللہ کے رسول ہمیں بیت المقدس کے بارے میں مسئلہ بتا دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حشر نشر کی سرزمین ہے وہاں جا کر نماز پڑھا کرو کیونکہ اس جگہ میں ایک نماز پڑھنا کسی اور جگہ ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔

حدیث مبارکہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کے لیئے بہت مقدس جگہ ہے۔مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اسی وجہ سے بیت المقدس کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت ہے اور آپ نے اس جگہ کو 'ارض المحشر و المنشر 'یعنی وہ جگہ جہاں قیامت کے دن لوگ اٹھائیں جائیں گے قرار دیا ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام صرف تاریخی نہیں بلکہ آخرت کے دن سے تعلق سے بھی عظمت رکھتا ہے۔اسی لیئے آپؐ نے فرمایا کہ بیت المقدس میں ایک نماز پڑھنا بہت زیادہ اجر کا باعث ہے۔

بیت المقدس کی فتح:

اس کے بعد بیت المقدس کی فتح کا ذکر آتا ہے کہ جو قیامت کے آثار میں شامل ہیں۔

عَنْ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ:" اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِي، ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ[37]

عوف بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی چھ نشانیاں شمار کر لو میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح۔

بیت المقدس کی فتح بھی قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے کہ مسلمان بیت المقدس کو فتح کریں گے،اور یہ فتح قیامت کے قریب آنے کی علامت سمجھا جاتا ہے اور یہ تمام واقعات جو قیامت سے پہلے پیش آئے گے ،یہ سب واقعات مسلمانوں کے لیئے

آزمائش،تربیت اور ایمان کی مضبوطی کے مواقع ہیں۔ان تمام نشانیوں میں سب سے پہلے آپ کی موت اور پھر اس کے بعد بیت المقدس کی فتح ہے۔

برکتوں کا مرکز:

اور پھر ارض مقدس کی برکت کا ذکر آتا ہے کہ ارض مقدس بہت ہی بابرکت زمین ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ:" اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا، قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا، قَالَ: قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا [38]

حضرت عمر سے روایت ہے کہ فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما اس پر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی کہا اے اللہ ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔

ارض مقدس میں بہت سے مقدس مقامات موجود ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیئے اہم ہے،اور یہاں پر انبیاء کرام کی آمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سر زمین کو خاص فضیلت دی ہے،اسی لیئے اس سر زمین کو برکتوں کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔آپؐ نے شام اور یمن کے لیئے خصوصی دعا اس لیئے فرمائی کہ یہ دونوں علاقے دینی اعتبار سے ایمان،سکون،علم اور برکت کے مراکز رہیں گے،اس دعا سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے لیئے مرکز برکت بنایا ہے انہی میں ارض مقدس بھی شامل ہے۔

مرکزی اور مقدس سر زمین کی حیثیت:

اسلام میں بیت المقدس مرکزی اور مقدس سر زمین کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ بہت سے انبیاء کرام اس سر زمین پر تشریف لائے ،اس کے علاوہ یہ جگہ مسلمانوں کی عبادت کے لیئے بہت اہم ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَالَ:" لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى [39]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لیے کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے ایک مسجد حرام اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور تیسری مسجد اقصی 'یعنی بیت المقدس۔

رسول ؐ کی حدیث مبارکہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ خاص عبادت کی نیت سے سفر کرنا ہو تو وہ سفر تین مسجدوں کی طرف کیا جاتا ہے اور ان تین مساجد میں مسجد حرام،مسجد اقصی اور مسجد نبوی شامل ہیں ،جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی شرف اور امتیاز عطا فرمایا ہے لیکن ان تینوں میں بھی خاص طور پر مسجد اقصی (بیت المقدس)کو اسلام میں مرکزی اور مقدس سر زمین کی حیثیت حاصل ہے۔

ارض مقدس بائبلکی روشنی میں:

بائبل 66 کتابوں کا مجموعہ ہے جو تقریباً 1,500 سال کے عرصے میں 40 سے زیادہ مصنفین نے لکھے ہیں اور وعدہ ارض مقدس کے حوالے سے بائبل میں بھی اس کے کئی ثبوت ملتے ہیں۔[40]

1۔وعدہ سرزمین

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا اس جگہ سے روانہ ہو جا ان لوگوں کو لے کر جن کو تو مصر سے نکال لایا ہے اس ملک کو جا جس کا وعدہ میں نے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے کیا ہے ان ہی سے میں نے قسم کھا کر کہا تھا میں یہ ملک تمہاری اولاد کو دوں گا[41]"

اس آیت میں خداوند موسیٰؑ سے کہتا ہے کہ جس سرزمین کا میں نے تمہارے باپ دادا سے عہد کیا تھا) کنعان (وہ میں تم کو دیتا ہوں سو تم اپنے لوگوں کو جن کو تم مصر سے نکال کر لائے ہو اس سرزمین کی طرف لے چلو۔

(بائبل میں ارض مقدس کے متعلق جو قسم خداوند نے کھائی تھی اس کا تذکرہ دیگر مقامات پر بھی ملتا ہے استثنا 8:1، 21:1، 8:7، 11:28، 5:30، یشوع 6:1، 43:21، زبور 8:105، 9:105، یرمیاہ 7:7، حزقی ایل 42:20)

2۔ سرحدیں

"اسرائیلیوں کو بتانا کہ جب تم اس ملک میں داخل ہو گے جو میں تمہیں میراث میں دوں گا اس کی سرحدیں یہ ہوں گی[42]"

خداوند اب یہاں ان کو ان کے ملک کی سرحدیں بتا رہا ہے

1. " اس کے جنوبی سرحد دشت صین میں ادوم کی سرحد کے ساتھ ساتھ چلے گی مشرق میں وہ بحیرہ مردار کے جنوبی ساحل سے شروع ہو گی پھر ان جگہوں سے ہو کر مغرب کی طرف گزرے گی[43]"
2. "درہ عقربیم کے جنوب میں سے دشت صین میں سے، قادس برنیع کے جنوب میں سے حصر ادار اور عضمون میں سے[44]"
3. " وہاں سے مڑ کر مصر کی سرحد پر واقع وادی مصر کے ساتھ ساتھ بحیرہ روم تک پہنچے گی[45]"
4. "اس کی مغربی سرحد بحیرہ روم کا ساحل ہو گا[46]"
5. " اس کے شمالی سرحد بحیرہ روم سے لے کر ان جگہوں سے ہو کر مشرق کی طرف گزرے گی ھور پہاڑ[47]"
6. " لبوحمات، صدار[48]"
7. " زفرون اور حصر عینان۔ حصر عینان شمالی سرحد کا سب سے مشرقی مقام ہو گا[49]"
8. "اس کی مشرقی سرحد شمال میں حصر عینان سے شروع ہو گی پھر وہ ان جگہوں سے ہو کر جنوب کی طرف گزرے گی سفام[50]"
9. "رِبلہ جو عین کے مشرق میں ہے اور کنرت یعنی گلیل کی جھیل کے مشرق میں واقعہ پہاڑی علاقہ[51]"
10. " اس کے بعد وہ دریائے یردن کے کنارے کنارے گزرتی ہوئی بحیرہ مردار تک پہنچے گی یہ تمہارے ملک کی سرحدیں ہوں گی[52]"

3۔ ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم

"ملک پر قبضہ کر کے اس میں آباد ہو جاؤ کیونکہ میں نے یہ ملک تمہیں دے دیا ہے یہ میری طرف سے تمہاری موروثی ملکیت ہے[53]"

اس آیت میں خداوند ان کو حکم دے رہا ہے کہ تم اس ملک پر قبضہ کرنا اور ان کے بتوں کو اور اونچے مقاموں کو مسمار کر دینا۔

4۔ یشوع کو حکم خداوند

"میرا خادم موسیٰ فوت ہو گیا ہے اب اٹھ اس پوری قوم کے ساتھ دریائے یردن کو پار کر کے اس ملک میں داخل ہو جا جو میں اسرئیلیوں کو دینے کو ہوں[54]"

اس آیت میں خداوند یشوع سے کہتا ہے کہ میرا بندہ موسیٰؑ فوت ہو گیا ہے سو اب تم اٹھو اور اپنی قوم کو اس ملک میں لے کر داخل ہو جسے بنی اسرائیل کو دینے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔

جدید دور کی صورتحال

1947ء اقوام متحدہ کا منصوبہ: فلسطین کی تقسیم

دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کہ تقسیم فلسطین کے منصوبے کے تحت 56.5 فیصد علاقہ یہودی ریاست کو دینے کی تجویز دی گئی جسے فلسطینیوں نے مسترد کر دیا۔پھر 1948 میں عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں فلسطین کا دو تہائی سے زیادہ حصہ اسرائیل کے قبضے میں آگیا۔

1967ء چھ روزہ جنگ

1967ء میں چھ روزہ جنگ اُس وقت شروع ہوئی جب اسرائیل اور اس کے پڑوسی عرب ممالک کے درمیان سفارتی کشیدگی اور سرحدی جھڑپوں کا ایک غیر مستحکم دور چل رہا تھا۔

یہ مختصر جنگ اسرائیل کی فتح پر ختم ہوئی۔ جنگ کے بعد زیادہ تر فلسطینی پناہ گزینوں اور ان کی آنے والی نسلوں کو اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ انہیں، مغربی کنارے اور غزہ پٹی پڑوسی ممالک جیسے اردن، لبنان، شام میں رہنا پڑا۔

1987ء جبالیا پناہ گزین کیمپ اور پہلا انتفاضہ

1987ء میں ایک پُر تشدد فلسطینی بغاوت اُس وقت بھڑک اٹھی جب جبالیا پناہ گزین کیمپ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک اسرائیلی دفاعی فوج (IDF) کے ٹرک کی ٹکر دو فلسطینی شہری وینز سے ہوئی، جس کے نتیجے میں چار فلسطینی ہلاک ہو گئے۔اس واقعے کے بعد جو تحریک اٹھی اسے پہلا انتفاضہ کہا جاتا ہے۔ جس کے بعد طویل لڑائی کے بعد(plo) اور اسرائیل کے درمیان اوسلو معاہدے طے پائے۔[55]

2000–دوسرا انتفاضہ

دوسرا انتفاضہ 28 ستمبر 2000 کو اس وقت شروع ہوا جب اپوزیشن لیڈر ایریل شیرون نے یروشلم کے پرانے شہر اور اس کے ارد گرد ہزاروں سیکیورٹی فورسز کی تعیناتی کے ساتھ مسجد اقصیٰ کے احاطے کا ایک اشتعال انگیز دورہ کیا۔ دوروز کے دوران فلسطینی مظاہرین اور اسرائیلی فوج کے درمیان جھڑپوں میں پانچ فلسطینی شہید اور 200 زخمی ہو گئے۔اس واقعے نے بڑے پیمانے پر مسلح بغاوت کو جنم دیا [56]۔اس دوران مقبوضہ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی دونوں کو اسرائیلی فوجی حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس میں ہزاروں گھر تباہ اور ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی تباہ ہو گئی۔

ایریل شیرون نے اپنی طرف سے متعدد فلسطینی مزاحمتی شخصیات کو قتل کرنے کا حکم دیا، جن میں سب سے نمایاں اسلامی مزاحمتی گروپ حماس کے بانی شیخ احمد یاسین تھے[57]۔

2005ء شہر شرم الشیخ میں منعقدہ ایک سربراہی اجلاس

دوسرا انتفاضہ 8 فروری 2005ء کو مصر کے تفریحی شہر شرم الشیخ میں منعقدہ ایک سربراہی اجلاس میں اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان ایک معاہدے پر پہنچنے کے بعد ختم ہوا۔

تاہم بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ دوسرا انتفاضہ واقعی کبھی ختم نہیں ہوا کیونکہ تنازعہ کو باضابطہ طور پر ختم کرنے کے لیے کبھی کوئی سیاسی حل نہیں اپنایا گیا، دونوں فریقوں کے درمیان تشدد آج تک جاری ہے۔ سرکاری فلسطینی اور اسرائیلی اعداد و شمار کے مطابق دوسرا انتفاضہ کے دوران 4,412 فلسطینی شہید اور 48,322 زخمی ہوئے جب کہ 1,069 اسرائیلی ہلاک اور 4,500 زخمی ہوئے[58]۔

2007ء بیٹل آف غزہ

جون 2007 میں ہونے والی غزہ کی جنگ (Battle of Gaza) کے نتیجے میں حماس نے غزہ کا کنٹرول سنبھال لیا جبکہ مغربی کنارے پر پی ایل او کا کنٹرول قائم رہا اس کے بعد اسرائیل اور مصر نے غزہ پر سخت اقتصادی اور فوجی ناکہ بندی نافذ کر دی جس سے وہاں کے انسانی حالات ابتر ہو گئے۔

2008ء آپریشن ہاٹ ونٹر

27 فروری 2008ء کو اسرائیل نے غزہ سے ہونے والے راکٹ حملوں کے جواب میں آپریشن ہاٹ ونٹر شروع کیا۔ اس کارروائی کے دوران 111 فلسطینی شہید ہوئے جن میں سے کم از کم نصف عام شہری تھے، جبکہ 400 سے زیادہ فلسطینی زخمی ہوئے جن میں زیادہ تر عام شہری شامل تھے۔ اس کے علاوہ دو اسرائیلی فوجی اور ایک اسرائیلی شہری بھی مارے گئے۔ آخر کار 19 جون 2008ء کو حماس اور اسرائیل نے اصولی طور پر چھ ماہ کی مرحلہ وار جنگ بندی پر اتفاق کیا۔ حماس نے زیادہ تر 4 نومبر تک اس جنگ بندی کی پابندی کی۔ اسی دوران 15 دسمبر کو اسرائیل نے جنین میں فلسطینی اسلامی جہاد کے ایک سینئر کمانڈر کو شہید کر دیا۔ اس واقعے کے نتیجے میں اسرائیل اور حماس دونوں کی طرف سے حملوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 18 دسمبر کو حماس نے اعلان کیا کہ وہ جنگ بندی کو مزید جاری نہیں رکھے گی۔

پانچ دن بعد اسرائیلی فوج نے سرحدی باڑ کے قریب حماس کے تین ارکان کو گولی مار کر شہید کر دیا، جسے جنگ بندی کی واضح خلاف ورزی قرار دیا گیا۔ اس کے جواب میں حماس نے (80) راکٹ اور مارٹر فائر کیے۔ 26 دسمبر کو اسرائیل کے وزیر دفاع Ehud Barak) ایہود باراک نے ایک تفصیلی فوجی منصوبے کی منظوری دی جسے آپریشن کاسٹ لیڈ کہا گیا۔ حماس نے اس جنگ کو "Furqan-Battle of al" یعنی حق اور باطل کی جنگ کا نام دیا[59]۔

6 جنوری 2009 اسرائیل حماس تنازعہ پر سلامتی کونسل کا اجلاس ہوا، اور 18 جنوری 2009 کو جنگ بندی کا معاہدہ طے پا گیا[60]۔

2012ء آپریشن پلر آف ڈیفنس

14 نومبر 2012ء کو اسرائیل نے غزہ میں حماس کے عسکری ونگ کے سربراہ احمد جباری کو شہید کر دیا۔ حماس نے اس کے جواب میں قریبی اسرائیلی قصبوں پر راکٹوں کے ایک بیراج کو فائر کیا۔ اس کے بعد اسرائیل نے غزہ پر آٹھ روزہ فوجی کارروائی شروع کی، جسے اس نے "آپریشن پلر آف ڈیفنس" کا نام دیا [61]۔ آٹھ دنوں کے اندر اسرائیلی فوج نے غزہ کی پٹی میں 1500 سے زیادہ اہداف کو نشانہ بنایا، ان آٹھ دنوں کے دوران حماس کے راکٹوں کی زد میں آنے والے تقریباً 35 لاکھ اسرائیلیوں کے لیے زندگی انتہائی مشکل ہو گئی تھی۔ حماس نے اسرائیل پر 1500 سے زیادہ راکٹ فائر کیے۔ ان میں سے 900 سے زیادہ راکٹ اسرائیل میں جا کر گرے جبکہ 400 سے زیادہ راکٹوں کو Iron Dome دفاعی نظام نے فضا ہی میں تباہ کر دیا [62]۔

2014ء آپریشن پروٹیکٹو ایج

غزہ کی پٹی میں ایک اسرائیلی فوجی کارروائی 8 جولائی سے 14 اگست 2014 تک جاری رہی، جو بعد میں آپریشن پروٹیکٹو ایج کے نام سے ایک بڑی جنگ میں تبدیل ہو گئی۔ اس لڑائی میں Israel Defense Forces اور حماس آمنے سامنے تھے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں غزہ کی پٹی میں بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی۔ اس جنگ میں 2192 فلسطینی شہید اور 72 اسرائیلی ہلاک ہوئے۔ کئی ناکام جنگ بندی کی کوششوں کے بعد بالآخر ایک ماہ کی جنگ بندی کے معاہدے پر اتفاق ہوا اور اس طرح یہ لڑائی ختم ہو گئی[63]۔ 6 دسمبر 2017ء کو ڈونلڈ ٹرمپ (Donald Trump) نے اعلان کیا کہ یروشلم، جو یہودی قوم کا قدیم دارالحکومت سمجھا جاتا ہے، اب سے اس کو ریاستِ اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کیا جائے[64]۔

دی گریٹ مارچ آف ریٹرن

30مارچ2018ء کو اسرائیل اور غذا کے درمیان باڑ کے قریب مختلف مقامات پر احتجاجی تحریکوں کا سلسلہ شروع ہوا ان کا مطالبہ یہ تھا کہ1948ء میں بے دخل کیے جانے والے فلسطینیوں کو ان کی زمین واپس انے کی اجازت دی جائے ان احتجاجات کے دوران بہت سے غیر پر تشدد مظاہرے دیکھنے کو ملے جس سے متعد بچے ،صحافی اور شہید اور معذور ہوئے[65]۔

2020ء پیس ٹو پروسپیریٹی پلان

جنوری 2020ء میں سابق امریکی صدر Donald Trump نے ایک منصوبہ پیش کیا جسے انہوں نے "Deal of the Century" کہا۔یہ ایک نہایت متنازع تجویز تھی جس کا مقصد Israeli–Palestinian conflict کو حل کرنا تھا،جو دنیا کے سب سے طویل جاری رہنے والے جغرافیائی وسیاسی تنازعات میں سے ایک ہے۔یہ منصوبہ اسرائیلی حکومت کے ساتھ قریبی مشاورت میں تیار کیا گیا،لیکن اس میں فلسطینیوں کی براہِ راست شمولیت نہیں تھی۔اس منصوبے میں شامل تھا کہیروشلم اسرائیل کا دارالحکومت رہے گا،حالانکہ فلسطینی مشرقی یروشلم کو اپنی مستقبل کی ریاست کا دارالحکومت قرار دیتے ہیں مریکہ مغربی کنارے میں اسرائیلی بستیوں پر اسرائیلی خودمختاری کو تسلیم کرے گا،حالانکہ بین الاقوامی قانون کے مطابق ان بستیوں کو غیر قانونی سمجھا جاتا ہے۔فلسطین کو 50ارب ڈالر کا معاشی پیکج دیا جائے گا جس میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کا وعدہ کیا گیا تھا۔جبکہ فلسطینی قیادت نے اس منصوبے کو فوراً مسترد کر دیا اور اسے "سیاسی ڈرامہ "اور"صدی کا تھپڑ " قرار دیا۔اس کے برعکس،اسرائیلی وزیرِاعظم(Benjamin Netanyahu)بنیامین نیتن یاہو نے اس منصوبے کا بھرپور خیر مقدم کیا اور اسے "پائیدار امن کے لیے ایک حقیقت پسندانہ راستہ "قرار دیا۔[66]

ابراہام ایکارڈز

ابراہام معاہدے (Abraham Accords)امن اور تعلقات کو معمول پر لانے کے معاہدوں کا ایک مجموعہ ہیں جو2020ء سے شروع ہو کر اسرائیل اور چند عرب ممالک کے درمیان طے پائے۔کیونکہ عرب ممالک نے برسوں تک فلسطینی ریاست کے قیام کے بغیر اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا،لیکن ان معاہدوں کے ذریعے انہوں نے باضابطہ طور پر اسرائیل کو تسلیم کر لیا۔یہ پچیس سال بعد پہلا موقع تھا کہ کسی عرب ملک نے باضابطہ طور پر اسرائیل کو تسلیم کیا

ان معاہدوں کا نام حضرت ابراہیمؑ کے نام پر رکھا گیا،جنہیں یہودیت،عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔اسی وجہ سے انہیں مذاہب کے درمیان اتحاد اور مشترکہ ورثے کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا۔[67]

2023ء مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں حالیہ کشیدگی اور غزہ کی حالت

اسرائیل کی بمباری کی مہم اور زمینی کارروائی نے67,000سے زائد فلسطینیوں کو شہید کر دیا ہے،جبکہ تقریباًپوری آبادی کو نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا ہے،اور اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ زیادہ تر گھروں کو نقصان پہنچا ہے یا وہ تباہ ہو چکے ہیں۔

یہ کارروائی 7اکتوبر2023ء کو حماس کے غیر معمولی سرحد پار حملے کے جواب میں کی گئی،جس میں تقریباً1,200افراد شہید ہوئے اور 251دیگر کو یرغمال بنایا گیا۔اسرائیل کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد اس اسلامی گروہ کی فوجی اور انتظامی صلاحیتوں کو تباہ کرنا ہے،جو اسرائیل کے خاتمے کے لیے سرگرم ہے اور 2007ء سے غزہ پر قابض ہے۔

غزہ کی پٹی صرف 41 کلومیٹر (25 میل) لمبی اور 10 کلومیٹر چوڑی ہے۔ یہ تین جانب اسرائیل اور مصر کی بند سرحدوں سے گھرا ہوا ہے، اور مغرب کی طرف بحر روم ہے، جہاں اسرائیل نے محاصرہ عائد کر رکھا ہے۔ یہاں 2 ملین سے زائد لوگ آباد ہیں۔ تخمینہ ہے کہ 90 فیصد سے زیادہ گھر نقصان زدہ یا تباہ ہو چکے ہیں؛ صحت، پانی، صفائی اور حفظانِ صحت کے نظام تباہ ہو چکے ہیں

تباہی کیسے پھیلی

اسرائیل کی مہم کا آغاز شمالی غزہ کی پٹی پر مرکوز تھا۔ جہاں اسرائیل کا کہنا تھا کہ حماس کے جنگجو شہری آبادی میں چھپے ہوئے تھے۔ حماس نے اس دعوے کی تردید کی۔ شمالی قصبہ بیٹھ حانون، جو سرحد سے صرف 2 کلومیٹر (1.2 میل) دور ہے، اسرائیلی حملوں سے متاثر ہونے والے پہلے علاقوں میں شامل تھا۔ اسے شدید نقصان پہنچا۔ اسرائیل نے شمال میں واقع غزہ شہر اور دیگر شہری علاقوں پر بمباری جاری رکھی۔ اکتوبر 2023 کے آخر میں زمینی حملہ شروع کرنے سے پہلے اسرائیل نے شہریوں کو ہدایت دی کہ وہ وادئ غزہ کے جنوب کی طرف منتقل ہو جائیں۔ لیکن اسرائیل جنوبی شہروں پر بھی فضائی حملے کر رہا تھا، انہی شہروں کی طرف شمال سے لاکھوں اہلِ غزہ پناہ لینے کے لیے جا رہے تھے۔ نومبر کے آخر تک اس علاقے کے جنوبی حصوں کے ساتھ ساتھ شمال کا بڑا حصہ بھی تباہی کا شکار ہو چکا تھا۔

دسمبر کے آغاز میں اسرائیل نے جنوبی اور وسطی غزہ کی پٹی پر اپنی بمباری میں مزید شدت پیدا کر دی، اس کے بعد خان یونس پر زمینی کارروائی شروع کی گئی۔ جنوری 2024 تک غزہ کی آدھی سے زیادہ عمارتیں نقصان زدہ یا مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھیں۔

2025 جنگ بندی کا اعلان

جنوری 2025 میں جب جنگ بندی کا اعلان کیا گیا تو اندازہ تھا کہ غزہ کی پٹی میں تقریباً 60٪ عمارتیں نقصان زدہ ہو چکی تھیں، جبکہ غزہ شہر کو سب سے زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق اس دوران 46,000 سے زیادہ فلسطینی ہلاک ہو چکے تھے۔ اور تباہی کا سلسلہ اس وقت بھی جاری رہا جب اسرائیل نے مارچ میں جنگ بندی ختم کر دی۔ جس میں جنوبی شہر رفح بھی شامل ہے۔ اقوام متحدہ کے اندازے کے مطابق جنگ کے دوران غزہ کی پٹی میں 90٪ سے زیادہ رہائشی مکانات نقصان زدہ ہو چکے ہیں۔ پورے جنگ کے دوران حماس جسے اسرائیل، برطانیہ اور کئی دوسرے ممالک ایک دہشت گرد تنظیم قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے اتحادی دیگر مسلح گروہ زمینی سطح پر اسرائیلی افواج کے ساتھ شدید لڑائی میں مصروف رہے۔ انہوں نے اسرائیل کی طرف ہزاروں راکٹ بھی فائر کیے، خاص طور پر جنگ کے ابتدائی مہینوں میں۔ لیکن غزہ کی پٹی میں پورے کے پورے علاقے زمین بوس ہو گئے ہیں، ہسپتالوں اور مساجد کو تباہ کر دیا گیا ہے، اور زرعی زمینیں جہاں پہلے گرین ہاؤس موجود تھے، اسرائیلی فوج کے بھاری گاڑیوں اور ٹینکوں کے ذریعے ملبے اور ریت میں تبدیل ہو گئی ہیں۔

جنگ سے پہلے غزہ کی پٹی کی تقریباً 2.1 ملین آبادی کا زیادہ تر حصہ اس کے چار بڑے شہروں میں رہتا تھا۔ جنوبی حصے میں رفح اور خان یونس، درمیان میں دیر البلح، اور غزہ شہر ہے۔

7 اکتوبر 2023ء کے صرف 10 دن کے اندر اسرائیلی کارروائی کے باعث تقریباً آدھی آبادی اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئی، جیسا کہ اقوام متحدہ کے فلسطینی مہاجرین کے ادارے (UNRWA) اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی برائے فلسطینی پناہ گزین نے بتایا۔ اور جب 15 ماہ بعد جنگ بندی کا اعلان کیا گیا تو اندازہ تھا کہ تقریباً 1.9 ملین لوگ اندرونی طور پر بے گھر ہو چکے تھے، اور وہ اب بھی اپنے گھروں کو واپس نہیں جا سکے۔

جب اسرائیل نے اپنی فوجی کارروائی کا مرکز تبدیل کیا تو خاندانوں کو کئی بار جگہ بدلنی پڑی۔ ابتدا میں شمال میں رہنے والے لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ وادیٔ غزہ کے جنوب کی طرف منتقل ہو جائیں، جو غزہ کی پٹی کو تقریباً دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ بعد میں جنوبی علاقوں میں بھی لوگوں کو مختلف "انخلا کے علاقوں (evacuation zones)" چھوڑنے کے احکامات دیے گئے۔
اسرائیل کی فوج کی جانب سے پمفلٹ (Leaflets) گرائے گئے جن میں لوگوں کو خبردار کیا گیا کہ وہ فوجی کارروائی سے پہلے اس علاقے کو چھوڑ دیں۔ تاہم، تمام اسرائیلی حملوں سے پہلے اس طرح کی وارننگ نہیں دی جاتی۔[68]

خلاصہ

اس تحقیقی مقالے میں ارضِ مقدس کی مذہبی، تاریخی اور سیاسی اہمیت کا قرآنِ مجید، احادیثِ نبوی ﷺ اور بائبل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ارضِ مقدس وہ بابرکت سرزمین ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت، عبادت اور دینی تاریخ سے گہرا تعلق رکھتی ہے تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن میں زمین کی وراثت کو محض نسلی یا قومی حق کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی اطاعت، ایمان اور نیک اعمال سے ہے۔

ارضِ مقدس کا وعدہ: نسلی نہیں بلکہ ایمانی استحقاق

اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی قوم کو اس کی نسل یا قومیت کی بنیاد پر منتخب نہیں کیا، بلکہ لوگوں کو اسلام اور ایمان کی بنیاد پر فضیلت عطا کی۔جب بنی اسرائیل اسلام کی پیروی کرتے تھے تو وہ بہترین امت تھے، کیونکہ وہ اللہ کے فرمانبردار (مسلمان) تھے، جبکہ دوسرے لوگ مشرک یا کافر تھے۔ارضِ مقدس اس لیے بابرکت ہے کہ وہ اللہ کے انبیاء اور اس کے پیغام کی سرزمین ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی نسل میں حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے جلیل القدر انبیاء مبعوث ہوئے، اسی وجہ سے یہ سرزمین ان کے ساتھ منسلک رہی۔ قرآن نے حضرت موسیٰؑ کے پیروکاروں کو حکم دیا تھا کہ وہ ارضِ مقدس کو آزاد کرائیں، لیکن وہ وہاں داخل ہونے سے ڈر گئے اور یہ عذر پیش کیا کہ کنعانی لوگ بہت طاقتور ہیں۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس واقعے کی تفصیل سورۃ المائدہ (5:21–26) میں بیان ہوئی ہے۔ارضِ مقدس ہمیشہ ان بندوں کے لیے ہے جو اللہ کے فرمانبردار ہوں اور مکمل طور پر اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ارضِ مقدس پر موجودہ قبضہ مسلمانوں کی کمزوری اور اللہ کی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔ یہودیوں کا اس سرزمین پر قبضہ ایک عارضی صورتحال ہے۔ ارضِ مقدس اس وقت کے انتظار میں ہے جب اللہ کے نیک اور فرمانبردار بندے دوبارہ اس کے مستحق بنیں گے۔
فلسطین پر یہودیوں کے دعوے کے بارے میں ممتاز مسلم عالم شیخ عطیہ صقر (سابق سربراہ، جامعہ الازہر کی فتویٰ کمیٹی) فرماتے ہیں:
حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے تقریباً بیس صدیاں پہلے، حضرت ابراہیمؑ کی نسل کا ایک قبیلہ دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ وہ اپنے مویشیوں کے لیے سرسبز چراگاہوں کی تلاش میں مغرب کی طرف روانہ ہوا اور جلیل کے علاقے تک پہنچ گیا۔انہیں عبرانی (Hebrews) کہا جانے لگا، جو بعد میں یہودی کہلائے۔ وہ ایک طویل عرصے تک مختلف علاقوں میں گھومتے رہے، یہاں تک کہ مصر پہنچے، جہاں وہ تقریباً پانچ سو سال تک امن کے ساتھ رہے۔بعد میں مصر کے فرعونوں نے ان پر سخت ظلم کیا اور انہیں ذلیل و خوار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ان کی رہنمائی اور نجات کے لیے مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ انہیں صحرائے سینا

سے لے گئے، جہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں فلسطین کی مقدس سرزمین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔اس وقت فلسطین میں کنعانی آباد تھے اور یروشلم سمیت کئی شہر ان کے زیرِ قبضہ تھے۔ بعد میں بنی اسرائیل اللہ کی تعلیمات سے منحرف ہوگئے اور اس کے دین سے روگردانی کی، تو اللہ تعالیٰ نے بابل کے بادشاہ بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا، جس نے انہیں ذلیل کیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔کئی سال بعد وہ دوبارہ فلسطین واپس آئے، جبکہ ان میں سے کچھ جزیرۂ عرب میں بھی آباد ہوئے۔ وہاں انہوں نے اسلام کی مخالفت کی اور رسول اللہ ﷺ سے جنگیں کیں، یہاں تک کہ مسلمانوں نے انہیں جزیرۂ عرب سے نکال دیا۔

شیخ عطیہ صقر مزید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی کمزوری اور اللہ کی تعلیمات سے دوری کا فائدہ اٹھا کر یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا، لیکن وہ ہمیشہ وہاں نہیں رہیں گے۔ ان کے اپنے اعمال انہیں انجام تک پہنچائیں گے، اور امید ہے کہ مسلمان جب دوبارہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور متحد ہوں گے تو انہیں شکست دیں گے۔

جہاں تک یہودیوں کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ فلسطین ان کی ہمیشہ کے لیے وعدہ کی گئی سرزمین ہے، تو سورۂ المائدہ (5:21) میں فرمایا گیا:

"اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وعدہ اسی وقت تک برقرار تھا جب تک وہ اللہ کی تعلیمات پر قائم رہے۔ جب انہوں نے نافرمانی کی تو یہ وعدہ باقی نہ رہا۔مزید یہ کہ یہ وعدہ غیر مشروط اور دائمی نہیں تھا بلکہ ایک خاص مدت اور شرائط کے ساتھ تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے عمومی اصول بیان فرمایا:

"اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔"(سورة الأنبياء 21:105)

یعنی زمین کی وراثت کا معیار نیکی اور اطاعتِ الٰہی ہے، نہ کہ نسل یا قومیت[69]

حوالاجات

[1] مولانا عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان، 1925ء، ص3

[2] سید اطہر ؒ، ارض مقدس فلسطین، اختر منزل اعظم کالونی روشن گیٹ اورنگ آباد، جولائی 2003، ص13

[3] سورۃ المائدہ 5:21

[4] سید ابو علی مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1949، جلد اول، ص489

[5] مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی ، قصص القران، دارالاشاعت اردو بازار کراچی، ج اول، ص390

[6] مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی ، قصص القران، دارالاشاعت اردو بازار کراچی، ج اول، ص414

[7] سورۃ الانبیاء 21:105

[8] سید ابو علی مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1949، جلد سوئم، ص191

[9] مولانا مولوی عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان 1925 ، باب 3، ص20

[10] دارالفتوی جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف، بنوری ٹاؤن پاکستان، فتوی نمبر 144505101823

[11]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد مانگٹ، بنی اسرائیل سے اسرائیل تک، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان، 1925، ص2

[12]، سید اطہر ، ارض مقدس فلسطین، ختر منزل اعظم کالونی روشن گیٹ اورنگ آباد، جولائی 2003، ص14

[13]مولانا مولوی عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان، 1925 ب اب 1، ص2

[14]کتاب پیدائش 12:1

[15]کتاب پیدائش 12:4

[16]کتاب پیدائش 12:5

[17]مولانا مولوی عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان، 1925، ص9

[18]مولانا مولوی عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود، دلگراز پریس لکھنؤ محلہ کڑابزن بے خان، 1925، ص12

[19]مولانا مولوی عبدالحلیم شرر، تاریخ یہود،، ص14

[20]مولانا مولوی عبدالحلیم شرر ، تاریخ یہود، ص30

[21]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد مانگٹ, بنی اسرائیل سے اسرائیل تک,عاصم پبلشرز, جنوری 2021، ص16

[22]سورہ الروم 30:2

[23]سورہ ال روم 30:3

[24]سورہ ال روم 30:4

[25]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد مانگٹ، بنی اسرائیل سے اسرائیل تک، عاصم پبلشرز جنوری 202 1، ص21

[26]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد مانگٹ، بنی اسرائیل سے اسرائیل تک، ص22

[27]مصطفیٰ الطحان، فلسطین سازشوں کے نرغے میں، ہلال پبلیکیشنز علی گڑھ، ط اول 1997ء، ص70

[28]مصطفیٰ الطحان، فلسطین سازشوں کے نرغے میں، ہلال پبلیکیشنز علی گڑھ، ط اول 1997ء، ص73

[29]مصطفیٰ الطحان، فلسطین سازشوں کے نرغے میں، ص84

[30]ڈاکٹر محمد مشتاق احمد مانگٹ، بنی اسرائیل سے اسرائیل تک، ص27

[31]سورۃ الانبیا 21:71

[32]سورۃ الاعراف 7:137

[33]المائدہ 5:21

[34]بنی اسرائیل 17:4

[35]سورۃ بنی اسرائیل 17:104

[36]محمد بن یزید بن ماجہ القروینی، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ماروی فی الصلاۃ فی البیت المقدس، رقم الحدیث 1407

[37]امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب مایحذر من الغدر، رقم الحدیث 3176

[38]امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قیل فی الزلزال والایات، رقم الحدیث 1037

[39]امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، کتاب المساجد، باب ماجاء فی الصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ، رقم الحدیث 1189

[40] https://www.learnreligions.com/what-is-the-bible-700735 Retrieved 18 5 2026

[41]کتاب خروج 1:33

[42]کتاب گنتی 2:34

[43]کتاب گنتی 3:34

[44] کتاب گنتی 4:34
[45] کتاب گنتی 5:34
[46] کتاب گنتی 6:34
[47] کتاب گنتی 7:34
[48] کتاب گنتی 8:34
[49] کتاب گنتی 9:34
[50] کتاب گنتی 10:34
[51] کتاب گنتی 11:34
[52] کتاب گنتی 12:34
[53] کتاب گنتی 53:33
[54] کتاب یشوع 2:1

[55] https://www.youtube.com/watch?v=m19F4IHTVGc&list=PPSV Retrieved 18 11 2025
[56] https://alsharia.org/2024/jan/masla-falasteen-ke-tareekhi-marahil Retrieved 20 11 2025
[57] https://www.aa.com.tr/en/politics/15-yrs-since-2nd-intifada-aqsa-remains-at-conflicts-heart/339758 Retrieved 29 12 2025
[58] https://www.aa.com.tr/en/politics/15-yrs-since-2nd-intifada-aqsa-remains-at-conflicts-heart/339758 Retrieved 29 12 2025
[59] https://www.palquest.org/en/highlight/29896/war-gaza-2008%E2%80%932009 Retrieved 18 3 2026
[60] https://www.palquest.org/en/highlight/29896/war-gaza-2008%E2%80%932009 Retrieved 20 3 2026
[61] https://interactive.aljazeera.com/aje/Gazaunderattack/index.html Retrieved 29 3 2026
[62] https://www.idf.il/en/mini-sites/wars-and-operations/operation-pillar-of-defence/operation-pillar-of-defense/ Retrieved 30 3 2026
[63] https://ecf.org.il/issues/issue/249 Retrieved 2 4 2026
[64] https://2017-2021.state.gov/recognizing-jerusalem-as-israels-capital/ Retrieved 2 4 2026
[65] https://www.palestinianhistorytapestry.org/tapestry/0780-the-great-march-for-return/ Retrieved 3 4 2026
[66] https://skvoices.com/trumps-peace-to-prosperity-plan-a-path-to-peace-or-a-one-sided-proposal/ Retrieved 3 4 2026
[67] https://www.middleeastbulletin.com/abraham-accords-peace-deals-that-changed-middle-east Retrieved 6 4 2026
[68] https://www.bbc.com/news/resources/idt-217c6a28-4a90-4d47-a91c-13113a7dc7db Retrieved 16 4 2026
[69] https://aboutislam.net/counseling/ask-the-scholar/muslim-affairs/palestine-jews-promised-land/ Retrieved 6 8 2026